ناموسِ صحابہ

اور

تعلیماتِ شارحِ بخاری

مرتب: شاداب امجدی (گھوسی مئو)



ناموسِ صحابہ

اور

تعلیماتِ شارحِ بخاری

مرتب

شاداب امجدی (گھوسی مئو)

فضائل صحابہ آیات واحادیث میں

کائنات عالم میں انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد جو جماعت سب سے افضل واعلی ہے وہ ہے پیارا آقا ﷺ کے ساتھیوں یعنی صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت ۔صحابہ: وہ خوش بخت افراد ہیں جنہیں اپنی جاگتی آنکھوں سے جمال شمس الضحیٰ کے دیدار کی سعادت حاصل ہوئی اور آپ کی صحبت بابرکت میں رہنے کا شرف پایا، اپنے کانوں سے صاحبِ ما ینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحی یوحیٰ کے فرامین کو سن کر اپنے دل میں محفوظ رکھا اور دوسروں تک پہنچایا جو قرناً بعد قرن ہم تک پہنچے ۔

یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جن پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے مگر ان کے پائے استقلال میں ہلکی سی جنبش تک نہ آئی بلکہ اسلام کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے شجر اسلام کی آبیاری کی جو پھیلا تو پورا عالم اس کے سایے میں آگیا۔

ادیانِ عالم کے پیروں کاروں میں سے جو شخص جس بھی نبی کا پیرو ہے، وہ اپنے نبی کی عقیدت ومحبت کے ساتھ ساتھ اس نبی اور ان کے زمانے میں ان کی تبلیغ سے ایمان لانے والے صحابہ سے بھی الفت ومحبت کا اظہار کرتا ہے اور آج بھی ان کا نام اور ذکر ادب واحترام کے ساتھ کرتا ہے، گستاخی یا کوئی بھی بری بات ان کے تعلق سے نہیں کہتا۔مگر وہ دین کہ عند اللہ دین ہی وہی ہے اس کی اتباع کا کھوکھلا دعویٰ کرنے والے بہت سے ایسے بدنصیب ہیں جو نبی کو تو مانتے ہیں مگر ان پر ہمہ وقت جان نچھاور کرنے والے صحابہ کرام کو گالیاں بکتے ہیں۔اور بعض وہ ہیں جو تمام صحابہ کو تو برا نہیں کہتے مگر بعض صحابہ کو آپسی مشاجرات کی بنیاد پر برا بھلا کہتے ہیں یا کم از کم خیر سے یاد نہیں کرتے ۔

حالاں کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی آیات میں ان کی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں اور آقائے کریم ﷺ نے جماعت صحابہ کی عظمت شان بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ بعض خوش نصیب صحابہ کی علی الانفراد بھی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔

ذیل میں مختصراً فضائل صحابہ کو بیان کرنے والی آیات واحادیث ملاحظہ فرمائیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

" محمد رسول الله و الذین معه اشداء علی الکفاررحماء بینهم تراهم رکعا سجداً یبتغون فضلاً من الله و رضواناًسیماهم فی وجوههم من اثر السجود "(الفتح ، آیت: ۲۹)

۔ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں،اوران کے ساتھ والے(صحابۂ کرام) کافروں پر سخت ہیں اورآپس میں نرم دل،توانہیں دیکھے گا رکوع کرتے،سجدے میں گرتے،اللہ کا فضل ورضا چاہتے،ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔(کنز الایمان)۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:''والزمهم کلمة التقویٰ وکانوااحق بها واهلها''(الفتح ۲۶)۔ترجمہ: اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔(کنز الایمان)۔

تیسرے مقام پہ فرمایا:

" کلاً وعد الله الحسنیٰ "۔(الحدید ، آیت : ۱۰)

ترجمہ: ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔(کنز الایمان)

یوں ہی اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا :" الله الله فی أصحابی لاتتخذوهم غرضاً من بعدی، فمن أحبهم فبحبی أحبهم ، و من أبغضهم فبغضبی أبغضهم ، و من آذاهم فقد آذانی و من آذانی فقد آذی الله ، و من آذی الله فیوشك ان یأخذه"۔ (ترمذی شریف ، حدیث نمبر ۴۲۳۶)

ترجمہ: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان کو میرے بعد نشانہ مت بنانا، پس جو ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے محبت کرتا ہے، اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے، جس نے ان کو تکلیف پہنچائی، اس نے مجھے تکلیف دی ، اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی، اور جس نے اللہ کو تکلیف دی، اللہ اس کی جلد ہی گرفت فرمائیگا۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

" من سب أصحابی فعلیه لعنة الله و الملائکة و الناس اجمعین " (مجمع الزوائدللهیثمی ج :۱۰، ص: ۲۴)

ترجمہ: جو میرے صحابہ کو گالی دے، اس پر خدا کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت۔

ایک مقام پہ ارشادفرمایا:

" اذا رأیتم الذین یسبون أصحابی ، فقولوا لعنة الله علیٰ شرکم "

۔(ترمذی شریف ، حدیث نمبر : ۴۲۴۰)

ان کے علاوہ بھی بہت سی آیات واحادیث ہیں جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت بیان کرتی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر اتنے پہ ہی بس کیا جاتا ہے۔

صحابہ کی فضیلت قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ہے یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں علما نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کے دفاع میں اپنی قلمی توانائی صرف کی اور ان پاکباز ہستوں پر اٹھنے والے ہر اعتراض کا دندان شکن جواب دیا مگر دشمنان صحابہ ہر دور میں اپنے انہیں باطل خیالات کے ساتھ اٹھتے رہے۔ ماضی قریب میں عالم اسلام کی عبقری شخصیت ،فقیہ اعظم ہندوستان ، نائب مفتیِ اعظم شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی جہاں اپنے قلم سے تمام فرق باطلہ کی زبردست تردید فرمائی وہیں دشمنان صحابہ کی بھی خوب خبر لی ہے۔اور اپنے قلم سے صحابہ کرام کے ناموس کی حفاظت فرمائی۔اور ساتھ ہی ان جاہل مقررین کی بھی گرفت فرمائی ہے جو بلا تحقیق موضوع روایات کے ذریعے صحابہ کی شان بیان کرتے ہیں۔

آپ کے یہ فتاوے بالخصوص موجودہ وقت میں مینار ہدایت ہیں ، جب کہ ہر طرف سے ایسے ایسے شبہات اٹھائے جارہے ہیں جن کو سن کر بھولی بھالی عوام گم راہ ہورہی ہے اس لیے ایسے وقت میں ان فتاویٰ کا مطالعہ ہر خاص و عام پر فرض ہوجاتا ہے تاکہ وہ اپنے ایمان کی خود حفاظت کرسکے۔فقیر نے اسی امر کے پیش نظر فتاویٰ شارح بخاری جلد دوم سے ان فتاووں کو منتخب کرکے ترتیب دی ہے جو صحابہ کے ناموس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اب وہ ایمان کو جلا بخشنے والے فتاوے ملاحظہ فرمائیں۔

تعلیمات شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ

میں

دفاع خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم

ایک سوال کے جواب میں شارح بخاری فرماتے ہیں: ''حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے سے انکار کرنا گمراہی ہے، اور یہ کہنا کہ وہ پہلے سے کٹر تھا، ان کی توہین ہے اور ایسا کہنے والا گمراہ وبددین ہے''۔ (فتاوی شارح بخاری ج۲/ص۱۵)

سوال ہوا کہ زید نے حضرت ابو بکر صدیق رضی الہ عنہ کو نعوذ باللہ چور اور چٹّا کہا اور کئی صاحب وہاں بیٹھے تھے سنا اور خاموش رہے تو ان پر کیا حکم ہے؟ ۔۔۔۔۔۔۔شارح بخاری نے فرمایا: '' جس شخص نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں وہ الفاظ کہے، وہ گمراہ بد دین ہے۔ اس نے بحکم حدیث اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کو ایذا دی۔ جن لوگوں نے اسے سنا اور خاموش رہے باوجود قدرت اسے ٹوکا نہیں، وہ گونگے شیطان ہیں ''۔ (ص۱۸)

ایک شخص کی بیوی کے متعلق سوال ہوا جس نے حضرت فاروق اعظم وعثمان غنی رضی اللہ عنہما کی شان میں صریح گستاخی کی تھی۔ فتویٰ پڑھتے وقت شارح بخاری کا جاہ وجلال اور قلمی تیور دیکھیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ دفاع صحابہ کے مسئلے میں کتنے سنجیدہ تھے۔

لکھتے ہیں’’زید کی بیوی یقیناً رافضیہ حرّافہ (تیز زبان) ہے۔ زید نے کیسے برداشت کیا، اس پر فرض تھا کہ فوراً اس رافضیہ کو گھسیٹ کر باہر کر دیتا، اور اب بھی زید پر یہی فرض ہے کہ اس رافضیہ کو فوراً بلا تاخیر گھر سے باہر نکال دے۔ وہ لاکھ توبہ کرے، ہرگز نہ سنے۔ ایسی خبیثہ نے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو چماروں کی طرح اتنی فحش بے ہودہ گالیاں دی اور زید سنتا رہا، اور پوچھتا ہے کہ وہ مومنہ ہے کہ کافرہ، نکاح رہے گا یا ختم ہو گیا۔ زید اگر اس رافضیہ چمارن کو گھر سے باہر نہیں نکالے گا تو قیامت کے دن جہنم میں بھننے کے لیے تیار رہے‘‘۔ (ص ۴۶)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک حکایت مشہور ہے کہ رات میں گشت کے دوران ایک بڑھیا سے آپ نے پوچھا کہ کیا پکار رہی ہے؟ جواب دیا: عمر کا کلیجہ پکار رہی ہوں۔ جب فاروق اعظم نے اس کے کھانے کا انتظام فرما دیا تو بڑھیا نے کہا کہ خدا کے یہاں بڑی بے انصافی ہوئی۔ خلیفہ آپ کو ہونا چاہیے تھا، اس پر حضرت عمر نے فرمایا: میں ہی عمر ہوں۔۔۔۔ الخ‘‘۔

شارح بخاری لکھتے ہیں: ’’اس بڑھیا نے یہ ہرگز نہیں کہا تھا کہ میں عمر کا کلیجہ پکار رہی ہوں، یا خدا کے یہاں بڑی ناانصافی ہوئی، یہ دونوں باتیں اس بڑھیا پر افترا ہیں۔ یہ بڑھیا مسلمان تھیں، صحابیہ یا کم از کم تابعیہ تھیں۔ اس لیے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینہ طیبہ ہی نہیں بلکہ پورے حجاز مقدس سے مشرکین تو مشرکین، یہود و نصاریٰ کا بھی صفایا ہو چکا تھا‘‘۔ (ص ۵۳/۵۲)

مذکورہ جواب کے ذریعہ حضور شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی دفاع فرمایا اور اس بڑھیا کا بھی جس کے صحابیہ ہونے کا بھی احتمال ہے۔

کسی خطیب نے خارجیوں کی یہ من گڑھت روایت بیان کردی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد کوئی ان کو دفن کرنے والا نہ تھا، اور آپ کی لاش مبارک تین روز تک برہنہ حالت میں کوڑا کرکٹ میں پڑی رہی اور پھر ان کو یہودیوں کی قبرستان میں دفن کیا گیا۔۔

مذکورہ روایت کی صحت کے بابت سوال کے جواب میں حضور شارح بخاری تحریر فرماتے ہیں

'' زید نے اپنے بیان میں جھوٹ بولا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ پڑی رہی، یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔شہادت کے بعد ان کا جنازۂ مبارکہ ان کے گھر رہا۔ان کو اجلہ صحابہ کرام نے '' حُشّ کوکب'' (مدینہ طیبہ میں جنت البقیع کی مشرقی جانب کی جگہ کا نام) میں دفن کیا گیا۔حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے ان کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ پڑھائی ''۔

اس کے بعد شارح بخاری نے اپنی بات کو علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ ابن حجر عسقلانی علیہما الرحمہ کے اقوال سے مبرہن فرمایا اور اس کے بعد لکھتے ہیں :'' ان (امام سیوطی وعسقلانی کی ذکر کردہ) روایتوں سے معلوم ہوا کہ یہ بھی غلط ہے کہ ان کا جنازہ مبارکہ تین دن تک پڑا رہا۔علامہ ابن حجر عسقلانی کے مطابق جس قدر جلد دفن کیا جانا ممکن تھا اتنی جلد ان کو دفن کیا گیا۔غور کیجیے عصر کے بعد شہادت ہوئی اور مغرب وعشا کے مابین دفن کیا گیا، کیا اس سے جلد کسی کو دفن کرنا ممکن ہے؟۔زید نے جو کچھ بیان کیا وہ سب روافض وخوارج کی من گڑھت رواتیں ہیں، جو ان خبثا نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عظمت وجلالت گھٹانے کے لیے گڑھی ہے۔زید یا تو جاہل مطلق ہے یا در پردہ رافضی، خارجی ہے جو رافضیو ں، خارجیوں کی من گڑھت باتوں کو عوام میں پھیلاتا ہے۔جس سے

ایک جلیل القدر صحابی خلیفۂ ثالث امیر المؤمنین ذی النورین کی جلالت شان پہ حرف آتا ہے''۔

اسی سوال نامے میں یہ بھی ہے کہ مذکورہ خطیب نے صحابی رسول حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ایک واقعہ یوں بیان کیا کہ ''کہ خلیفۂ دوم نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو غلہ لینے ملک چین بھیجا تو وہاں کی شاہزادی آپ پر عاشق ہوگئی، اور آپ سے بری خواہش چاہی تو آپ نے فرمایا شاہزادی! استرہ لاؤ، مجھے نیچے سے پاکی لینا ہے۔ استرا آیا تو آپ نے اپنے ذکر کو کاٹ کر اس کو دے دیا اور فرمایا کہ لیجیے آپ کو اسی کی حاجت ہے''۔

شارح بخاری فرماتے ہیں: ''یہ بھی بالکل جھوٹ اور من گڑھت ہے کہ خلیفۂ دوم نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہما کو چین غلہ لینے کے لیے بھیجا تھا اور وہاں وہ واقعہ پیش آیا۔ نہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت دحیہ کو چین بھیجا، نہ یہ وہاں گئے، اور نہ یہ واقعہ پیش آیا۔ جسم کا کوئی عضو کاٹنا حرام ہے۔ نیز جن اعضا کا چھپانا فرض ہے ان کو جسم سے جدا کرنے کے بعد بھی چھپائے رکھنا لازم ہے''۔ آگے فرماتے ہیں: ''اس جاہل گستاخ نے ایک صحابی رسول پر دو حرام کام کے ارتکاب کا الزام رکھا؛ ایک عضو کاٹنے کا اور دوسرے غیر محرم کے سامنے پھینکنے کا، یہ در پردہ صحابی رسول کو فاسق وفاجر کہنا ہے۔ جو سراسر تبرا ہے اور رافضیوں کا کام ہے۔ ایسے جاہل، گستاخ، بے ادب، جھوٹے، کذاب سے وعظ کہلانا حرام، اس کا وعظ سننا حرام''۔ (ص ۱۹ تا ۲۲)

سوال ہوا کہ زید نے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہا کہ وہ ایمان سے پھر گئے (معاذ اللہ)۔۔۔ شارح بخاری اس کے متعلق فرماتے ہیں: ''یہ (مذکورہ قول) صریح گم راہی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان ہر سہ حضرات کو حق پر نہ جانتے تو ہرگز ہرگز ان کی بیعت

نہ کرتے، اور ضرور ان سے جنگ کرتے۔(سوال میں) خط کشیدہ عبارت (جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین میں جنگ کی اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں جان دی، مگر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا۔ اس وقت وہ بھی (مولا علی بھی خلفائے ثلاثہ سے) جنگ کرتے۔) بالکل حق ہے، جنگ صفین میں حق حضرت علی کے ساتھ تھا اور حضرت معاویہ خطا پر تھے۔ ان کو غلط فہمی تھی اس لیے وہ معذور ہیں۔(ص۲۳)

ایک ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جو بظاہر صاحب طریقت، صوفی مشرب، حنفی مذہب ہے۔ خلیفہ بھی ہے اور لوگوں کو مرید بھی کرتا ہے جس کا نظریہ ہے کہ حضرت علی منافق تھے، صحیفۂ عثمانی کو نہیں مانتے تھے، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مقابل آئے اور ان کی حرمت و عزت نہ کی۔ اور یہ بھی کی مولا علی کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں۔ نیز یہ کہ حضرت امام حسین، امام حسن رضی اللہ عنہما سے بدظن تھے، اس لیے کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست برداری دی تھی۔

اتنی بے باکیوں اور گستاخیوں کو پڑھ کر شارح بخاری کا خون کھول گیا اور الحب للہ والبغض للہ سے لبریز فتویٰ صادر فرمایا کہ: ”یہ شخص صاحب طریقت نہیں بلکہ صاحب خباثت ہے۔ صوفی مشرب نہیں بلکہ ابلیس مشرب ہے۔ حنفی مذہب نہیں یزیدی مذہب ہے۔ یہ خلیفہ تو ہے مگر ابن ملجم کا۔ یہ امام الواصلین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو منافق کہتا ہے۔ ان پر الزام دھرتا ہے کہ وہ قرآن نہیں مانتے تھے۔ یہ قرآن مجید جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا ہے؛ پورا کا پورا منزل من اللہ ہے۔ اور کم و کاست سے بالکل محفوظ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

" انا نزلنا الذکر و انا له لحفظون "۔ (الحجر ، آیت : ۹)

(بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں)

جو اس قرآن کو غیر محفوظ بتائے وہ کافر، مرتد، خارج از ایمان ہے۔ اس جاہل نے اس کفر کی نسبت مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کی۔ اگر یہ بات ہے کہ حضرت علی کو کافر جانتا ہے تو خود کافر ہو گیا۔ یہ پکّا خارجی، گم راہ، بددین ہے۔ یہ جھوٹ بکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی للہ عنہا کی کوئی حرمت نہیں کی۔ دراصل یہ تاریخ سے جاہل اور شیطانی سازش میں پھنسا ہے۔ حضرت علی نے ہر امکانی کوشش کی کہ جنگ 'جمل' نہ ہونے پائے۔ صلح قریب تھی کہ اسی بدباطن کے پیش رؤوں نے رات کی تاریکی میں چال چلی۔ اور آپس میں گتھ گئے، اور لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت اسداللہ نے جب یہ دیکھا کہ لڑائی کسی طرح ختم ہونے میں میں نہیں آتی اور مسلمان شہید ہوتے جا رہے ہیں تو انتہائی دانش مندی کے ساتھ حضرت ام المؤمنین کے اونٹوں کی کوچیں کاٹ ڈالیں اور جب اونٹ گرنے لگا تو بڑھ کر حرم نبوی کا ہودج اپنے ہاتھوں سے پکڑا اور بحفاظت تام واحترام اسے اٹھایا اور ام المؤمنین کو معتمد علیہ دستہ کی نگرانی میں مدینہ طیبہ بھیج دیا۔

آگے لکھتے ہیں ''اس خارجی سے مرید ہونا ہرگز ہرگز جائز نہیں، جو پہلے کے مرید ہیں انہیں بھی اس گم راہ سے میل جول، سلام کلام سب ناجائز وگناہ''۔

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اگرچہ جلیل القدر صحابی رسول ہیں اور مجتہد صحابی ہیں لیکن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان پر بدرجہا فضیلت حاصل ہے۔ اور ان دونوں حضرات کے مشاجرات میں حق حضرت مولائے کائنات کے ساتھ تھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطائے

اجتہادی سرزد ہوئی تھی۔اس لیے ان پر بھی طعن کرنا جائز نہیں''۔(اس کے بعد حضرت علی کی حقانیت کو حدیث عمار کی روشنی میں ثابت فرمایا ہے تفصیل کے لیے فتاوی شارح بخاری دیکھیں)

''اور یہ بھی صریح جھوٹ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے بدظن تھے۔اس کا کوئی شرعی ثبوت تو کیا ہوگا، تاریخی بھی نہیں ہے۔ بدظنی حرام ہے اور بالخصوص بڑے بھائی سے بدظنی تو اوراشد ہے۔اس گم راہ نے جن جن لوگوں کے سامنے یہ بکواس کی ہے، علانیہ ان سب لوگوں کے سامنے توبہ کرے''۔(ص ۲۷ تا ۲۹)

یوں ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق ایک روایت عوام میں بہت مشہور ہے اور آج بھی بعض جاہل مقررین بیان کرتے رہتے ہیں۔اس روایت کے متعلق سوال ہوا کہ ایک سنی عالم نے تقریر کے دوران کہا کہ''ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے گھر فاقہ تھا وہ حضرت فاطمہ کا شلوار بازار میں بیچنے کے لیے گئے۔اللہ کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ میرے محبوب ﷺ کی صاحب زادی کا شلوار بازار میں بکے، اوران سے کوئی دوسرا خرید کر استعمال کرے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو فوراً حکم دیا کہ اے جبرئیل! یہ کیا تماشہ دیکھ رہے ہو؟۔فوراً جاؤ اور جنت سے پیسے لے لو اور حضرت (علی) سے شلوار خرید لو''۔

شارح بخاری فرماتے ہیں:''اولاً تو یہ روایت ہی موضوع، من گڑھت ہے، اس زمانے میں مدینہ طیبہ میں شلوار تھی ہی نہیں۔ یقیناً یہ گڑھنا کہ اللہ عزوجل نے حضرت جبرئیل سے فرمایا تم یہ کیا تماشہ دیکھ رہے ہو جہالت وسفاہت ہے۔ایسا کہنا کسی مسلمان کے لیے درست نہیں، عالم پر ایسے قول سے رجوع لازم ہے''۔(ص ۶۳)

دفاع حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے کثرت سے شادی کی ،جس کو لے کر بہت سے بد نصیب اور خارجی دماغ اعتراض کر کے آپ کی ذات پہ کیچڑ اچھالتے ہیں ۔ایسا ہی ایک سوال آیا کہ حضور امام حسن نے تقریباً سو شادیاں کیں اور طلاق بھی دیا ۔غور طلب بات یہ ہے کہ جب طلاق ہی دینا تھا تو شادیاں کیوں کیں اور جب شادیاں کیں تو طلاق کیوں دیا ۔حکمت ورموز سے آگاہ فرمائیں''۔

اب شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حکمت اور فراست ایمانی سے لبریز جواب پڑھیں اور ایمان تازہ کریں ۔لکھتے ہیں ''یہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا کرم تھا کہ کثیر عورتوں سے نکاح کر کے ان کو اپنے حرم میں داخل کر کے اہل بیت میں شامل فرمالیا ''۔ (ص ۲۷)

سبحان اللہ!! ایک ایک حرف سے محبت اہل بیت کی خوشبو آ رہی ہے، وہ لوگ جو بغض وعناد اور اپنی جہالت کی وجہ سے آج شارح بخاری کو بھی ناصبی اور دشمن اہل بیت کہنے میں ذرہ برابر بھی خوف خدا نہیں کھاتے ان کو مذکورہ عبارت بار بار پڑھنے کی ضرورت ہے تا کہ شارح بخاری کی محبتِ اہل بیت کا اندازہ لگا سکیں ۔

سوال آیا کہ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانۂ مبارکہ میں ایک بار حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما قرآن شریف پر بیٹھ گئے ۔صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سرکار سے عرض کرنا چاہا، سرکار ﷺ نے فرمایا چھوڑ دو، میرے حسنین پارے کے پارے ہیں ۔آیا یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟''۔

جواب ارشاد فرمایا ''یہ روایت کسی گستاخ رافضی کی گڑھی ہوئی ہے۔ سراسر جھوٹ ہے۔ جس نے اسے گڑھا ہے اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنایا، واللہ اعلم''۔ (ص ۵۷)

یہ وہ واقعہ ہے جسے بہت سے جاہل مقررین دھڑلّے سے بیان کرتے ہیں، حالاں کہ اس میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی طرف قرآن کی بے حرمتی کی نسبت کی گئی ہے۔ اور مزید یہ کہ اس بے حرمتی کے جواز کی نسبت آقائے کریم ﷺ کی طرف کی گئی۔ الحمد للہ شارح بخاری نے حضرات حسنین کریمین وجدہما علیہ وعلیہما السلام کا دفاع فرما کر ہماری رہنمائی فرمائی۔

مشہور تاریخی ناول نگار صادق صدیقی سردھنوی نے ''معرکۂ کربلا'' میں لکھا کہ: ''سرکار امام حسین نے یمن کا تحفہ جو دربار یزید میں جارہا تھا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اسے لے لو اگرچہ جہاد اور زبردستی ہی کیوں نہ کرنا پڑے''۔

اس عبارت کے متعلق سوال ہوا تو شارح بخاری نے لکھا کہ ''اگر سردھنوی نے ایسا ہی لکھا ہے تو اس گمراہ وگمراہ گر نے غلط لکھا ہے۔ صحیح واقعہ یہ ہے کہ ملک یمن کا خراج شام کے دربار میں جارہا تھا، جیسا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہاں جایا کرتا تھا۔ وہ خلیفہ تھے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یزید خلیفۂ برحق نہیں، غاصب اور طاغی ہے۔ خلیفۂ برحق میں ہوں۔ لہٰذا یہ خراج مجھے ملنا چاہیے۔ اسی بنا پر پورے خراج پر قبضہ فرما لیا۔ خراج وصول کرنا خلیفۂ برحق کا حق ہے۔ حضرت امام حسین نے حق وصول فرمایا، اگر یزید کے نام تحفہ ہوتا اور اسے وصول فرماتے تو یقیناً یہ جائز نہ ہوتا۔ خراج کو تحفہ کہہ کر اس گم راہ، گم راہ گر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو متہم بنا دیا''۔ (ص ۷۱/۷۲)

یوں ہی بعض دریدہ دہن معرکۂ کربلا کے تعلق سے کہہ دیتے ہیں کہ وہ حق و باطل کی جنگ نہ تھی بلکہ اقتدار کی جنگ تھی۔ معاذ اللہ۔

شارح بخاری فرماتے ہیں ''یزید غاصب و فاسق تھا، خلافت کو اس غاصب و فاسق کی دست برد سے بچانے کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں 'جہاد' فرمایا۔ یقیناً یہ خالص دینی جہاد تھا۔ اقتدار کی لڑائی نہ تھی۔ (ص ۱۱۰)

دفاع حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو محبوبہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟؟؟؟

شارح بخاری نے جواب دیا کہ: ''محبوبہ کے لغوی معنیٰ ہیں وہ ذات جس سے محبت کی جائے، حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی محبت جزو ایمان ہے، ان کی ذات وہ ذات ہے جن کے ساتھ محبت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، مگر عرف عام میں محبوبہ عام طور پر متبذل لفظ ہے، خصوصا جن اس کی نسبت کسی عورت کی طرف کی جائے اس لیے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو 'میری محبوبہ' کہنا منع ہے۔ روزمرہ کی بول چال میں الفاظ کے وہی معانی مراد ہوتے ہیں جو عرف میں سمجھے جاتے ہیں۔ (اس لیے) ان صاحب کو سختی سے منع کیا جائے''۔ (ص ۵۱)

سیدہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ایک روایت کسی خطیب نے بیان کی کہ ''حشر کے میدان میں حضرت فاطمہ حشر کا پایہ تھام کر یزید کے ظلم کے بدلہ چاہیں گی، اس پر جبرئیل علیہ السلام سرکار کے پاس دوڑ کر جائیں گے اور عرض کریں گے کہ سرکار جلدی چلیے ورنہ اگر خدا نے فاطمہ کی طرف نظر کر لی تو غضب ہو جائے گا۔ سرکار اس بات پر دوڑ کر جائیں گے، سرکار جب دوڑیں گے تو آدھی چادر زمین

پر ہوگی''۔

اس روایت اور اس روایت کے بیان کرنے والے کے متعلق شارح بخاری فرماتے ہیں:''
یہ روایت فرضی، جعلی، موضوع اور رافضیوں کی من گڑھت ہے۔ اس کو بیان کرنا حرام، سننا حرام۔ یہ کہنا کہ اگر اللہ تعالیٰ فاطمہ زہرا کی طرف نظر کرے گا؛ ضرور کفر ہے۔ اولاً اللہ تعالیٰ نظر اور تمام جوارح سے پاک ہے، اور اگر یہ مراد ہو کہ مہربانی فرمائے گا تو کیا اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا پر ہمیشہ مہربانی نہیں کیا؟۔ اس وقت جبرئیل امین حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اللہ عز وجل حضرت سیدہ پر مہربان ہوگا؟۔ قائل پر اس قول کی بنا پر بھی توبہ وتجدید ایمان ونکاح لازم ہے''۔ (ص ۵۴)

دفاع سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور روایت ہے کہ آپ لفظ 'شین' صحیح سے ادا نہ کر پاتے تھے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شکایت پر حضور ﷺ نے دوسرا مؤذن مقرر کر دیا تو اس رات صبح ہی نہ ہوئی، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ جب تک بلال اذان نہ دیں گے صبح نہ ہوگی۔ ''سینُ بلال عنداللہ شین''۔ اس روایت کی صحت وعدم صحت کے متعلق سوال ہوا۔

شارح بخاری نے جواب دیا کہ'' آپ نے جو واقعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے اس کے قریب قریب بعض کتابوں میں درج ہے۔ لیکن تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ روایت موضوع، من گڑھت اور بالکلیہ جھوٹ ہے''۔ (ص ۳۸)

کسی خطیب نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک روایت بیان کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اللہ سے عرض کیا کہ مولا! تو نے مجھے حسن والا چہرہ نہیں دیا، کچھ نہ دیا۔ ایک نام 'محمد' دیا تھا وہ بھی مجھ سے چھین لیا۔ اے اللہ! تیرا کیا انصاف ہے؟۔ میں تو محمد رسول اللہ سے محبت کرتا ہوں، تو مجھے جدا کرتا ہے، لوگوں کے کہنے پہ جدا کرتا ہے۔ یہ زبان بھی تیری ہے اگر لکنت ہے تو وہ بھی تیرا کرم ہے''۔

یوں ہی ایک اور قصہ بیان کیا کہ ''حضور ﷺ نے حوروں کی تقسیم فرمائی تو حوروں کی یہ ملکہ کو حضرت بلال کے حوالے کیا، جس پر ملکہ نے اعتراض کیا کہ کسی کو صدیق جیسا نوجوان، کسی کو عمر جیسا عادل جوان، کسی کو مولا علی جیسا پہلوان عطا کیا اور میں ان حوروں کی ملکہ ہوں مجھے حضرت بلال کے قبضے میں دیا۔ یہ آپ کا کیسا انصاف ہے؟''۔

شارح بخاری نے جواب دیا کہ ''مقرر نے جو پہلی بات کہی وہ سب کی سب جھوٹ من گڑھت ہے۔ بلکہ کلمۂ کفر پر مشتمل ہے۔ حضرت بلال سے مدینہ کسی نے نہیں چھڑایا تھا وہ از خود شام چلے گئے تھے، اور از خود اذان کہنا چھوڑ دیا تھا۔ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر سے انہوں نے عرض کیا کہ میں شام جہاد کے لیے جانا چاہتا ہوں تو انہوں نے روکا، ان کے کہنے سے مان گئے۔ لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد شام چلے گئے۔ نیز مقررین نے ان کی زبان میں تو تلا پن بتایا ہے، یہ بھی غلط ہے، ان کی آواز شیریں، بلند، دل کش تھی۔ نیز حوروں کی ملکہ کا جو قصہ بیان کیا ہے وہ بھی فرضی ہے۔ اور اس مقرر نے اللہ عزوجل کو مخاطب کر کے اور رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے یہ کہا ہے کہ ''یہ کیا انصاف ہے؟''۔ یہ کلمۂ کفر ہے، جس کی وجہ سے خود

قائل پر جھوٹا واقعہ بیان کرنے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرف کلمۂ کفر کی نسبت کرنے کی وجہ سے توبہ بھی لازم ہے اور تجدید ایمان و نکاح بھی''۔

یوں ہی حضرت بلال کی طرف منسوب وہ واقعہ بھی کہ جس میں حضور اقدس ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بلال! تم جنت میں سب سے پہلے جاؤ گے، تم میرے اونٹ کی نکیل پکڑ کر جنت میں جاؤ گے۔۔شارح بخاری نے اسے بھی موضوع اور من گڑھت قرار دیا۔ (ص ۴۰ر ۴۱)

دفاع سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہ مظلوم صحابی رسول ہیں جن کو آقائے کریم ﷺ کی صحبت بابرکت کا شرف حاصل ہونے کے باوجود بعض مشاجرات کی وجہ سے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے، اور یہ بھی تاریخ اسلام میں ایک ریکارڈ ہے کہ سب سے زیادہ آپ ہی کے دفاع میں کتابیں بھی لکھی گئیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان عہد رسالت سے عہد حاضر تک مسلم الثبوت ہے۔ (ان شاء اللہ جلد ہی تحریری شکل میں آپ تک بھی پہونچے گی)۔

ادھر دو تین سال سے ایک خاص فرقہ مکمل کوشش میں ہے کہ صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان کو گھٹایا جائے اور ان کی شان بیان کرنے والوں کو ناصبی و خارجی قرار دیا جائے۔ لیکن وہ کلاب ہاویہ خود بدنام ورسوا ہو رہے ہیں۔

شکایت ان بھونکنے والے کتوں سے نہیں ہے ان کا حساب تو اللہ کے سپرد ہے۔ شکایت ان احباب سے ہے جو کسی دنیاوی غرض یا حصول جاہ و منصب کی لالچ میں یا نادانی میں ہی سہی ان کتوں

سے یارانہ رکھے ہوئے ہیں اور ان کی صریح گستاخیوں پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں، اور ایسی بے جا تاویلات کر رہے ہیں جس کی شرع مطہر کے اندر ذرہ برابر گنجائش نہیں۔

ان احباب کے لیے تعلیمات شارح بخاری پیش کرنا ضروری ہے تاکہ اپنا احتساب کر سکیں اور شارح بخاری سے اپنی عقیدت ومحبت کا بھرم بھی برقرار رکھ سکیں۔ ع

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بلاشبہ صحابی ہیں۔ان کی صحابیت سے انکار کرنا گمراہی ہے۔

صاحب مشکوٰۃ، الاکمال میں لکھتے ہیں:

''کان ھو وابوہ من مسلمۃ الفتح'' (الاکمال ص ۶۱۷)۔

''امیر معاویہ اور ان کے باپ (حضرت ابوسفیان) یوم فتح مکہ ایمان لانے والوں میں تھے''۔ یوم فتح ایمان لانے والوں بلکہ فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والوں کے بارے میں بھی اللہ نے فرمایا ہے:

''کُلّاً وعد اللہ الحسنیٰ'' (سورۂ نساء، پ۵، آیت ۹۵)

اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ کا مسلمان ہونا مستلزم ہے ان کی صحابیت کو اور ان کا مسلمان ہونا حدیث سے ثابت ہے۔حضور اقدس ﷺ نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

''ابنی ھذا سید و لعل اللہ یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من

المسلمین ‘‘ (بخاری شریف ، ج : ۱ ، ص : ۵۳۰، کتاب المناقب ، باب مناقب الحسن و الحسین)

یعنی میرا یہ بیٹا سید ہے مجھے امید ہے کہ اللہ عز وجل اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کی بابت صلح کرائے گا۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ صلح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی سے ہوئی تھی تو ثابت کہ وہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کے وقت مسلمان تھے اور جب اس وقت مسلمان تھے تو لازم ہے کہ صحابی بھی تھے کہ وہ یوم فتح مکہ اسلام لائے اس کے بعد ان سے کوئی کفر سرزد نہ ہوا تو صحابی بھی ہوئے، ان کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

’’ اللھم اجعله هاديا و مهديا ‘‘ (ترمذی شریف ،ج:۲، ص: ۲۲۵، ابواب المناقب)

اے اللہ! ان کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔

حضور اقدس ﷺ کی دعا یقیناً مقبول ، تو لازم ہوا کہ یہ ہادی تھے اور مہدی بھی۔ ان کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے، بلاشبہ وہ تبرّائی رافضی ہے۔ اس نے بلاشبہ اللہ کو ایذا دی، رسول اللہ کو ایذا دی اور بلاشبہ اللہ عز وجل اس سے مؤاخذہ فرمائے گا۔

حدیث میں ہے کہ جس نے کسی صحابی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے اللہ عز وجل کو ایذا دی، اور جس نے اللہ عز وجل کو ایذا دی عن قریب اس سے مؤاخذہ

کرے گا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے والے یہ نہیں سوچتے کہ اگر معاذ اللہ ان میں نفاق ہوتا یا کوئی خامی ہوتی تو سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا انہیں خلافت سپرد کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ صحابی بھی تھے اور خلافت کے اہل بھی تھے، اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے والا حقیقت میں امام حسن رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے والا ہے، بلکہ اور آگے بڑھ کر حضور اقدس ﷺ پر طعن کرنے والا ہے۔ اس لیے اس شخص کے گم راہ اور بد دین ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اسے امام بنانا جائز نہیں، فوراً اسے امامت سے علیٰحدہ کریں۔ یہی نہیں اس سے میل جول، سلام کلام سب بند کریں، صحابی رسول کی گستاخی کر کے یہ ظالم ہے، اور قرآن مجید میں ہے :

" فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین " (سورۂ انعام، آیت ٦٨)

تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

حدیث میں ہے:

"ایاکم و ایاهم ،لایضلونکم و لا یفتنونکم " (مشکوٰۃ شریف ،ص ۲۸، باب الاعتصام بالکتاب و السنة)

یعنی ان سے دور رہو، ان کو اپنے سے دور رکھو، کہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

دوسری حدیث میں ہے:

" فلا تجالسوهم و لا تشاربوهم و لا تواكلوهم و لا تناكحوهم " ۔
(المسدرك للحاكم ، ج ۳ ، / ص: ۶۳۲)

ان کے پاس نہ اٹھو، نہ بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ، نہ پیو، نہ ان سے شادی بیاہ کرو۔ (فتاویٰ شارح بخاری، ج ۲/ص: ۳۰ تا ۳۲)

اسی صفحہ میں ایک سوال کا جواب ہے کہ " باتفاق اہل سنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں انہیں برا کہنے والا اہل سنت سے خارج، گم راہ، بد دین ہے"۔

اس کے اگلے صفحہ پہ لکھتے ہیں: " حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مخلص صادق الایمان تھے اور ان کے صدق و خلوص پر حضور اقدس ﷺ کو پورا اطمینان تھا، اس لیے طائف کی مہم کے بعد جب مقام جعرانہ سے حضور اقدس ﷺ نے عمرہ فرمایا تو احرام سے باہر ہونے کے لیے حضرت امیر معاویہ کو بال مونڈنے کا حکم دیا۔ کتنی خطرناک بات تھی اگر ان کو ذرا بھی شبہ ہوتا تو ان سے یہ خدمت نہ لیتے۔ علاوہ ازیں ان کو کاتب وحی بنایا، اگر ان کو اعتماد کلی نہ ہوتا تو کاتب وحی کیسے بناتے۔ ان کی پوری تاریخ موجود ہے۔ ان سے کوئی ایسا قول یا فعل نہیں سرزد ہوا جو ان کے ایمان کے مشکوک ہونے کی دلیل ہو "۔

نیز اسی صفحہ پر دوسرے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں " جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جہنمی اور ملعون کہے وہ اہل سنت سے خارج، گم راہ، بد دین ہے، اس کا یہ قول منجر الی الکفر ہے، بلکہ جمہور فقہا کے قول (سیدنا امیر معاویہ کو جہنمی اور ملعون کہنے) پر کفر، ان کا مسلمان اور صحابی ہونا ثابت اور انہیں جہنمی اور ملعون کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہ شخص انہیں مسلمان

نہیں جانتا''۔ (ص۳۳)

حدیث عمار بن یاسر (تقتلک الفئۃ الباغیۃ) کی روشنی میں سوال ہوا کہ کیا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو 'باغی' کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟؟

شارح بخاری فرماتے ہیں کہ ''یہ حدیث (حدیث عمار) صحیح ہے، اس حدیث کی رو سے بلا شبہہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطا پر تھے، اور حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ حق پر۔ اس پر اہل سنت کا تفاق ہے۔

باغی کی تعریف یہ ہے: جو لوگ امام برحق پر ناحق خروج کریں، کسی تاویل کے ساتھ اور انہیں قوت بھی حاصل ہو۔ اس خاص شرعی معنیٰ کے لحاظ سے حضرت امیر معاویہ اور ان کے ساتھی باغی تھے، اس لیے کہ امام برحق سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے، ان لوگوں نے ان پر خروج کیا۔ اور تاویل یہ کی کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قصاص نہیں لے رہے ہیں۔ اگر چہ ان کی تاویل باطل ہے اور حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ ہمارے عرف میں باغی شریر اور ظالم کو کہتے ہیں، اس لیے اس کی اجازت نہیں کہ ہم صحابۂ کرام کو باغی کہیں، اس میں تنقیص کا پہلو ہے، صحابہ کرام کی تنقیص حرام و گناہ ہے۔ قرآن کریم میں ان سب کے بارے میں فرمایا گیا:

''کُلاً وعد الله الحسنیٰ ''۔ (الحدید، آیت: ۱۰)

تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمالیا۔ اس لیے ہمیں یہ جائز نہیں کہ کسی صحابی پر طعن کریں''۔ (ص۶۴)

آج بہت سے سنی عوام تو کالانعام بلکہ بعض اہل علم بھی مذکورہ حدیث کو دلیل بنا کر حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی کہتے ہیں، ایسے لوگوں کو شارح بخاری کی مذکورہ عبارت کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے کہ ہم ہندوستانیوں، پاکستانیوں کے حق میں یہ جائز نہیں کہ ہم باغی کہیں ورنہ ہم ظالم قرار پائیں گے۔

وں ہی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ: ''زید جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا، انہیں برا بھلا کہتا ہے تو اہل سنت سے خارج، گم راہ بد دین ہے، سنی نہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بلا شبہہ صحابی رسول ہیں، اور صادق الاسلام ہیں۔ مدت العمر صادق الاسلام رہے اور اسی حالت میں وصال فرمایا، ان کے پاس حضور اقدس ﷺ کے کچھ ناخن مبارک کے تراشے تھے، کچھ موئے مبارک تھے، ان کے بارے میں وصیت کر گئے کہ غسل کے بعد میری آنکھوں پر رکھ دیے جائیں۔ اسی کے مطابق عمل کیا گیا۔

حضور اقدس ﷺ نے صحابۂ کرام کو برا بھلا کہنے والے کے بارے میں فرمایا:

'' فلا تجالسوهم ، ولا تشاربوهم ، و لا تواكلوهم و لا تناكحوهم و لا تصلوا معهم و لا تصلوا عليهم '' (المستدرك للحاكم ص ۶۳۲ ، ج: ۳)

ترجمہ: نہ ان کے ساتھ اٹھو بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو، نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو، نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ (ص ۸۷)

اسی سے ملتے جلتے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ''جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر کہا وہ گم راہ بد دین ہے، خارجی ہے، ناصبی ہے۔ بلکہ اگر اس نے واقعی حضرت معاویہ کو مسلمان نہیں جانا، کافر اعتقاد کر کے کافر کہا تو وہ کافر مرتد ہے، اسلام سے خارج ہے۔

حدیث میں ہے:

" فقد باء بها احدهما " (مسلم شریف ، ج: ۱ ،ص : ۵۷، کتاب الایمان ، باب : حال ایما امرء قال لاخیه المسلم یا کافر)

(ترجمہ: تو وہ [کلمۂ کفر] ان دونوں میں سے ایک کی طرف لوٹے گا)۔اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت معاویہ سچے مسلمان اور صحابی رسول تھے، اور یہ خود حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے عمل سے ثابت کیوں کہ انہوں نے حضرت معاویہ کو خلافت سپرد فرمائی۔اور کسی کافر گم راہ، بد دین کو خلافت سپرد کرنا جائز نہیں، اور حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ مستبعد کہ وہ کسی کافر گم راہ کو خلافت سپرد فرمائیں۔خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ ۴۰؍ ہزار جاں نثاران کے اشارۂ ابرو پر کٹ مرنے کو تیار ہوں۔اس دریدہ دہن نے حضرت معاویہ پر جھوٹا الزام لگایا ہے کہ انہوں نے خلافت چھینا۔صحیح یہ ہے کہ خود حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے صلح کی پیش کش کی جس پر حضرت معاویہ نے سادہ کاغذ پیش کر دیا کہ آپ جو چاہیں شرائط لکھ دیں۔الغرض امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے عمل ہی سے ثابت ہو گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کافر نہیں تھے بلکہ مسلمان صحابی اور خلافت کے اہل تھے۔مسلمانان اہل سنت پر واجب ہے کہ اس گمراہ بد دین سے میل جول، سلام کلام بند کریں۔ایسوں ہی کے بارے میں حدیث میں فرمایا گیا:

" فلا تجالسوهم ، ولا تشاربوهم ، و لا تواكلوهم و لا تناكحوهم و لا تصلوا معهم و لا تصلوا عليهم " (المستدرك للحاكم ص ۶۳۲ ، ج: ۳)

ترجمہ: نہ ان کے ساتھ اٹھو بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو، نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرو، نہ

ان کے ساتھ نماز پڑھو، نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو۔(ص۸۹)

کسی بدبخت کے متعلق سوال ہوا جس نے دریدہ ذہنی کی تھی کہ:''امیر معاویہ معاذ اللہ جہنمی تھے، اس کو جہنم میں جانے کا یقین تھا، اس لیے حضور کا ناخن پاک اپنے اعضائے جسم پر رکھ کر دفن کرنے کی وصیت کی تھی''۔

شارح بخاری نے فتویٰ دیا کہ''یہ بد باطن جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بلا شبہہ سچے مخلص صحابی تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قبل فتح مکہ اور بعد فتح مکہ ایمان لانے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

'' و کُلا وعد الله الحسنیٰ '' (الحدید ، آیت : ۱۰)

اللہ نے سب (صحابہ) سے جنت کا وعدہ فرمایا۔

حضور اقدس ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی:

'' اللھم اجعله هاديا و مهديا '' (ترمذی شریف ،ج:۲، ص: ۲۲۵، ابواب المناقب)۔

ان کو کتابت وحی کی خدمت سپرد فرمائی، ان کی شان میں گستاخی جہنم مول لینے کے برابر ہے''۔(ص۸۰/۸۱)

''جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی نہ مانے اور یہ کہے کہ ان کو محض ایک مسلمان مانتا ہوں۔ اور ان کے فضائل کا انکار کرے۔ حتیٰ کہ محض حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے سے بھی چڑھتا ہو۔ اس کا کیا حکم ہے؟؟''

شارح بخاری نے جواب رقم فرمایا: ''یہ شخص گم راہ بد دین اور اہل سنت سے خارج ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یقیناً صحابی ہیں اور قابل اعتماد۔ جعرانہ سے حضور اقدس ﷺ نے جو عمرہ کیا تھا اس کے احرام سے باہر ہونے کے لیے حضور اقدس ﷺ نے اپنا سر اقدس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے منڈوایا تھا۔ اگر ان پر ذرا بھی شک ہوتا تو ان سے سر اقدس نہ منڈواتے۔ انہیں کاتب وحی بنایا، یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان پر مکمل اعتماد تھا۔ ان کے لیے دعائیں فرمائیں: ''اللھم اجعلہ ھادیا ومھدیا''۔ انہوں نے بلا شبہہ حضور ﷺ کی ایمان کے ساتھ زیارت کی، حضور اقدس ﷺ کی صحبت میں رہے، اس لیے وہ ضرور صحابی ہیں، ان کے صحابی ہونے کا منکر اہل سنت سے خارج، گم راہ، بد دین ہے''۔

یک تفصیلی استفتا؛ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمرو نے کہا کہ: ''جس نے ہمارے سرکاروں یعنی مولائے کائنات سے جنگ کہ میں ان کو نہیں مانتا اور میں امیر معاویہ کو نہ حضرت کہوں گا نہ رضی اللہ عنہ۔ ان کو میں نہیں مانتا اور نہ مانوں گا، اور نہ ان پر میرا عقیدہ ہے''۔ اور عمرو کے پیر احمد اللہ نے بھی ان باتوں کی تائید کی اور اسے اپنا نظریہ قرار دیا اور اس نے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی۔

استفتا کا جواب شارح بخاری نے ان الفاظ میں دیا کہ: '' مسمیٰ احمد اللہ پیر اور اس کے مریدین جو اس کے ہم عقیدہ ہیں یا اس کے عقیدے پر مطلع ہیں، وہ سب گم راہ، اہل سنت سے خارج ہیں۔ ان سے میل جول، سلام کلام، اس پیر سے مرید ہونا ناجائز، جو مرید ہو چکے ان پر واجب ہے کہ بیعت فسخ کریں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے پر اہل سنت کا اجماع ہے۔ یہ فتح

مکہ کے موقع پر ایمان لائے اور بہت اخلاص اور سچائی کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر رہے''۔

مزید آگے تحریر فرماتے ہیں کہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی جنگ غلط فہمی کی بنا پر تھی، غلط فہمیوں کی بنیاد کو اگر تفصیل سے لکھا جائے تو خطرہ ہے کہ کتنے جاہل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بدظن ہو جائیں گے۔ عمرو اور اس کے جاہل پیر احمد اللہ سے پوچھیے کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ان (جاہل پیر اور مرید) کی سرکاروں میں ہیں یا نہیں؟ اور باوجود قدرت وقوت کے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ سے کیوں صلح کی اور انہیں خلافت سپرد فرمائی۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کی، احمد اللہ اور اس کے جاہل مریدین سے پوچھیے کہ حضور اقدس ﷺ اس کی سرکاروں میں ہیں یا نہیں؟ اور کیوں حضور ﷺ نے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کو ان کے فضائل میں ذکر فرمایا۔

ارشاد فرمایا:

'' ابنی هذا سید لعل اللہ یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین '' (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۹، باب مناقب اهل البیت)

ترجمہ: میرا یہ بیٹا سردار ہے، اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہ میں صلح کرا دے گا۔

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ نے حضرت امیر معاویہ سے جو صلح کی وہ حضور اقدس ﷺ کو بہت پسند تھی۔ نیز یہ کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کا لشکر مسلمان تھا، اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم راہی بھی مسلمان تھے۔ قرآن واحادیث

کریمہ ان واضح تصریحات کے برخلاف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی نہ ماننا انہیں برا جاننا، گم راہی اور رافضیت ہے''۔(ص۸۲تا۸۴)

یہ سوال بھی وقتاً فوقتاً اٹھتا رہتا ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ نے صلح نامہ میں خلافت حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو واپس کرنے کا عہد کیا تھا تو بعد میں یزید کو ولی عہد کیوں بنایا؟

شارح بخاری علیہ الرحمہ اس کا جواب لکھتے ہوئے فرماتے ہیں ''صلح نامہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ حضرت معاویہ کے انتقال کے بعد خلیفہ حضرت امام حسن مجتبیٰ ہوں گے۔لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات ہی میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا، اس لیے یہ شرط بے اثر ہوگئی۔اگر امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت موجود ہوتے اور انہیں خلافت نہ دیتے تو ضرور ان پر الزام عائد ہوتا۔حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو شہید ہو جانے کی وجہ سے یہ موقع مل گیا کہ انہوں نے یزید کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا، اس کا امکان ہے کہ یزید کا فسق و فجور ان کے علم میں نہ رہا ہو، اور انہوں نے شفقت پدری کے جذبے سے یزید کو ولی عہد بنا دیا، یہ بھی ان کی خطا تھی، جس پر اجلہ صحابۂ کرام نے اعتراض بھی کیا مگر انہوں نے اس مصلحت کے پیش نظر کہ میرے بعد اختلاف و انتشار نہ ہو یہ اقدام کیا۔یہ صحیح ہے کہ اگر وہ بجائے یزید کے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ولی عہد بنا دیتے تو وہ جھگڑے اور طوفان جو بعد میں اٹھے نہ اٹھتے۔لیکن ان سے خطا ہوئی اور وہ بلا شبہہ صحابی رسول ہیں اس لیے ہمیں کف لسان کرنا واجب ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

” الله الله فی اصحابی لا تتخذوهم عرضاً بعدی فلوأن أحدكم ينفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم و لا نصيفه “ (مشكوٰة شريف ، ص: ۵۵۴، باب المناقب ، باب مناقب الصحابة)

ترجمہ: میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو! میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا، اگر تم احد کے برابر سونا خرچ کرو تو ان کے ایک مد بلکہ آدھے مد کے برابر نہیں پہنچ سکتے۔

قرآن مجید میں تمام صحابہ کرام کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔ان معاملات میں زیادہ کرید کرنا منع ہے“۔(ص ۸۵)

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو زہر دینے کے متعلق بہت سے دریدہ دہن بلا تحقیق یہ کہہ دیتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ نے دلوایا تھا۔ حضور شارح بخاری فرماتے ہیں ”تمام مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو جعدہ نے زہر کھلایا تھا۔اب کچھ لوگ بلا دلیل اس سے انکار کرتے ہیں تو اس کا ہمارے پاس کیا علاج؟۔

جو لوگ جعدہ کی زہر خورانی سے انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کیسے معلوم ہوا کہ اس نے زہر کھلایا تھا؟ ،حضرت امام حسن مجتبیٰ نے حضرت امام حسین کے پوچھنے پر بھی نہیں بتایا۔اس کا جواب یہ ہے کہ بعد میں جعدہ نے خود اقرار کیا جس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے سزا دی۔

عوام کو اس میں الجھنے کی ضرورت نہیں، یہ اعتقادیات کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس پر ایمان رکھنا ضروری ہے، اور اس کے خلاف اعتقاد رکھنے پر آدمی کافر یا فاسق یا گم راہ ہو۔ یہ ایک تاریخی بات ہے، اس میں ہر مؤرخ آزاد ہے۔اس کی تحقیق میں جو بات ثابت ہو اس کو لکھ سکتا ہے“۔(ص ۸۶)۔

اللہ ہم سب کو اپنے پیارے محبوب ﷺ کے صحابہ کی محبت و الفت سے سرفراز فرما۔ شبہات سے دور و نفور رکھے۔ مکر و فریب کرنے والوں کے مکر سے بچائے۔ حضرت شارح بخاری کے مشن کا راہی بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔